امام اور امامت

تحریر: غلام سرور قریشی عباس پورہ جہلم

ہماری مساجد کے آئمہ کرام، آئمہ اربعہ، امام بخاریؒ و امام مسلمؒ منصوص من اللہ نہ تھے۔ یعنی یہ آسمانی اتھارٹی کے تحت امام نہیں کہلاتے تھے اور نہ کہلائے ہیں بلکہ مسلمان عوام ان کے علمی مرتبہ، تقویٰ اور خدماتِ اسلام کے اعتراف میں یا ذاتی و شخصی عقیدت کے تحت انہیں امام کہہ دیتے رہے ہیں آئمہ نماز کو خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے امام کا نام دیا ہے۔ اسی لئے ایک امام نے کسی مسئلہ میں کسی دوسرے امام فقہ سے اختلاف کیا ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو شاگرد امام نے اپنے استاد فقہی امام سے بھی مختلف رائے اختیار کی ہے۔ اگر امامت منصوص من اللہ (آسمانی اتھارٹی کی حامل) ہوتی تو درجہ نبوت پر ہوتی جو ختمِ نبوت کے بعد امر محال تھا۔ اس لئے اہل سنت کے نزدیک امامت ایک شرفِ علمی ہے۔ ہمارے احناف بریلوی مولانا شاہ احمد نورانیؒ کو امامِ اہل سنت کہتے ہیں تو اگر انہیں خود انہی میں سے کوئی شخص امام اہل سنت نہ مانے تو اس کے ایمان میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی کیونکہ ان کے امام اہل سنت ہونے پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح امام ابن تیمیہؒ کو امام نہ تسلیم کیا جائے تو ایمان کی سلامتی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو گا کیونکہ انہیں یہ ٹائٹل آسمان سے نہیں بلکہ اہل عقیدت کی طرف سے ملا ہے۔

جب ہم نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو امام قبلتین کہتے ہیں تو اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آپؐ نے پہلے بیت المقدس اور پھر مسجدِ حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور پڑھائی تو اس سے آپؐ کے شرفِ نبوت اور درجہ رسالت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ آپؐ نبی ہونے کے حوالے سے عزت و شرف کی سدرۃ المنتہیٰ پر متمکن ہیں۔ جس سے آگے کوئی معراج باقی ہی نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا امام الانبیاء ہونا اسی وجہ سے تھا کہ آپؐ نبی تھے اور عالم ارواح میں تمام انبیائے کرام سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ اگر آپ ان کے زمانے میں مبعوث کر دیئے جائیں تو وہ آپ ﷺ کی اطاعت و نصرت کریں گے۔

معراج کی رات بیت المقدس میں جملہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی امامت کرانے کا اعزاز بھی اسی لئے حاصل ہوا تھا کہ آپ ﷺ نبی بلکہ خاتم النبین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان واقعات سے یہ بتایا تھا کہ اہل عالم دیکھ لیں کہ حضور اکرم ﷺ کی شانِ نبوت تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے بڑھ کر ہے اور اگر آپؐ

کی ان حیثیات کو کوئی شخص تسلیم نہ کرے گا تو اس کا ایمان بالرسالت ضائع ہو جائے گا۔

اس وضاحت کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپؐ کا امام الانبیاء، امام القبلتین، امام الثقلین اور امام الھدیٰ ہونا اس نبوت کی تشریحات و کمالات سے تھا جس کی وجہ سے آپؐ معراجِ سدرۃ المنتہیٰ پر تھے۔ یہ سب تشریفات نبوتِ محمدیؐ کا اثر تھیں اور ان میں سے کوئی بھی شرف نبوت سے جدا نہ تھی۔ میدانِ حشر میں آدمؑ اور آدم کی ساری اولاد کا آپؐ کے لوائے حمد کے تحت ہونا اس وجہ سے نہ ہو گا کہ آپؐ امام قبلتین ہیں بلکہ اس وجہ سے ہو گا کہ آپؐ نبی بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ آسان الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپؐ کے دیگر سارے شرف اسی نبوت کی صفات ہیں جو آپؐ کو پہلے سے عطا کر دی گئی تھی۔ یہ ساری حیثیات وہبی تھیں اور ان میں سے کوئی بھی کسبی نہ تھی۔

ان تشریفات عالیہ کو نبوت محمدیؐ سے کوئی الگ حیثیت حاصل نہیں ہے یہ جزوِ نبوت ہیں اور نبوت ہی کی وجہ سے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نبی ہیں، خلیل الگ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا ﴿انی جاعلک للناس اماما﴾ پھر یہ فضیلت کہ انہیں لوگوں کا امام بنایا گیا ہے، اسی وجہ سے ہے کہ آپؑ نبی ہیں۔ آپؑ پہلے نبی ہیں اور اسی حیثیت میں آپ کو لوگوں کا امام بنایا گیا۔ آپ کا امام ہونا، آپ کی نبوت کی وجہ سے ہے۔ اس وجہ سے نہیں ہے کہ درجہ نبوت خدانخواستہ گریجوایشن کے درجے کے برابر تھا پھر آپ کو ایم اے کے درجہ پر بٹھا کر لوگوں کا امام بنا دیا گیا اور امام کا درجہ نبی سے اوپر کا کوئی درجہ تھا۔ سیدنا موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا، ان کے نبی ہونے کی وجہ سے تھا۔ یہ تفضل اللہ تعالیٰ خود ہی بعض انبیاء کو بعض پر عطا فرماتے رہے ہیں۔ آیۃ ﴿تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض﴾ اس پر گواہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو امام اس لئے فرمایا گیا کہ ملتِ ابراہیمی کا قیام آپ کے نام سے ہوا تھا۔ جس کی اطاعت بحکم قرآن فرضِ عین ہے۔ مگر یہ نہ ہوا تھا کہ وہ گریجوایشن کر کے درجہ نبوت پر تھے پھر ایم اے کر کے درجہ امامت پا گئے اور یوں درجہ امامت درجہ نبوت سے بلند تر ہو گیا۔

نبوت اور اس کے سارے فضائل وہبی ہیں اور کوئی نبی اپنی محنت سے نبوت حاصل کر سکا تھا نہ ہی کسی جدوجہد یا اپنی عبادت گزاری کے ذریعے اپنے درجہ نبوت میں اضافہ کر سکا۔ اس لئے گریجوایشن اور ماسٹر وغیرہ کی مثالیں دینا پرلے درجے کی جہالت ہے۔ گریجوایشن اور ماسٹر کیسی مدارجِ علمی ہیں۔ نبوت ان مدارج علمی اور وہ بھی انگریزوں کے مقرر کردہ کی بنا پر نہیں ملتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر نبوت گریجوایشن کا درجہ ہے تو پھر ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّی تھے اور (ما انا بقاریء) کا اعلان کرتے تھے، انہیں نبوت کیسے مل گئی۔ اور وہ کیا طریقہ تھا جو ابراہیم علیہ السلام نے درجہ ایم۔ اے پر پہنچنے کیلئے اختیار کیا تھا جس کے نتیجے میں آپ امام بن گئے

تھے۔ وہ کونسا نصابِ علمی تھا جس کا امتحان انہوں نے پاس کیا تھا جس کے بعد آپ کو امام کی ڈگری ملی تھی اور اگر واقعی ملی تھی تو اس کا جواب کون دے گا کہ یہ تو کسبی امامت ہوگئی۔ آسمانی منصبِ نبوت جدوجہد سے نہیں ملتا اور ابراہیم علیہ السلام کو امام اس لئے نہیں بنایا گیا کہ آپ نے اپنی نبوت کے دوران کوئی ایسی کاوش کی تھی جس کے صلے میں آپ کو درجہ نبوت سے اُٹھا کر درجہ امامت پر بٹھا دیا گیا تھا۔ بتوں کو توڑنا، باپ کے گھر سے ہجرت کرنا، نارِ نمرود میں کودنا، بیٹے کی گردن پر چھری چلانا جیسے سخت امتحانات میں سے گزرنا بڑے عزم وحوصلہ کا کام تھا جس کی وجہ سے آپ اولوالعزم پیغمبر ہوئے اور خلیل الرحمٰن کے لقب سے نوازے گئے لیکن اگر وہ نبی نہ ہوتے تو یہ کارہائے نمایاں سرانجام دے ہی نہ سکتے۔ سو یہ سب کچھ فضائل نبوت ہے۔

تورات وانجیل میں حضورِ اقدس ﷺ کا اسمِ گرامی احمد اور آپؐ کے اصحابؓ کی نشانیاں اس قدر واضح طور پر بیان کردی گئی تھیں کہ عیسائی راہبوں نے انہیں پہچان لیا تھا۔ اس قسم کے درجنوں واقعات تاریخ صحابہؓ میں مذکور ہوئے ہیں اور یہود کے متعلق تو قرآن ہی نے کہہ دیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو (اپنی کتابوں کی مدد سے) اس طرح پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت تھا کہ کل میدان حشر میں وہ انکارِ رسالت ونبوت محمدیؐ کے جرم کا کوئی عذر نہ پیش کرسکیں۔ اس طرح یہ بھی ضروری تھا کہ اگر آفتابِ نبوت کے غروب ہونے کے بعد آفتابِ امامت کو طلوع ہونا تھا تو اس مہینہ آفتاب امامت اور اس کے گرد گھومنے والے سیاروں کی نشانیاں قرآن مجید میں بیان کردی جاتیں۔

ثانیاً آفتاب نبوت محمدیؐ کے غروب ہونے کا تصور ہی بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ آپؐ تا قیامت تمام انسانوں کیلئے نبی ہیں اس لئے آپ کی نبوت قائم ودائم ہے اور آپؐ کے آفتابِ نبوت کیلئے غروب ہونا نہیں ہے۔ آپؐ کا آفتابِ نبوت مطلع افلاک پر آج بھی اسی طرح ضوفشاں ہے، جس طرح آپ کی حیاتِ طیبہ میں تھا۔ ایک آفتاب کی موجودگی میں کسی دوسرے آفتاب کا طلوع ہونا جغرافیائی طور پر بھی محال ہے۔

سیدنا ابراہیمؑ کو اس لئے امام فرمایا گیا کہ آپ ملتِ ابراہیمی کے امام ہیں۔ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے فخر سے فرما گئے: ”میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر ہوں۔“ یہاں حضورؐ اقدس کا یہ فرمان بھی یاد رہنا چاہیے۔ میدان حشر میں آدمؑ اور ساری اولادِ آدم میرے جھنڈے تلے ہوگی۔ میں ہی مقامِ محمود پر فائز کیا جاؤں گا۔ میری ہی شفاعت کبریٰ قبول ہوگی۔ میرے لیے ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ (مفہوم) اس فرمان پر غور کریں اور دیکھیں کہ آیا ”امام“ کا اعزاز پانے کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ

الصلوۃ والسلام کا درجہ فضیلت حضرت محمد ﷺ سے بڑھ گیا ہے؟ اگر بڑھ گیا ہوتا تو جھنڈا ان کے ہاتھ میں ہوتا۔ ساری اولادِ آدمؑ ان کے جھنڈے تلے ہوتی۔ وہی شفاعت کبریٰ کرتے۔ کہ وہ امام ہو کر درجہ نبوت سے آگے نکل گئے تھے بلکہ اپنے ہی بیٹے حضرت محمد ﷺ کے لوائے حمد کے نیچے ہوں گے۔ اس لئے یہ کہنا کہ نبوت کے مدارج، مدارج علمی کی طرح کم تر یا بالاتر ہو سکتے ہیں، سراسر علمی بے بضاعتی ہے۔ اس قسم کے خود تراشیدہ دلائل اسلام کے بنیادی عقائد میں خلل اندازی کی ایک سعی، نامشکور ہی رہیں گے۔

اگر امامت کوئی منصوص من اللہ منصب ہو سکتا ہے تو اس کے دو تقاضے ہیں۔ (ا) قرآن مجید میں اس کے نصِ قطعی کا ہونا۔ جو سارے قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے۔ (ب) مزعومہ منصوص من اللہ امام پر وحی کا نزول ہے ہمارے علم کے مطابق یہ دعویٰ کسی بھی امام مسجد، امامِ فقہ، امام حدیث یا صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے نہیں کیا اور اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا تو پوری امتِ مسلمہ نے مل کر اس کا رد کیا اور اسے دجال و کذاب ٹھہرایا۔ مسیلمہ کذاب اور غلام احمد مرزائی اس کی عبرتناک مثالیں ہیں۔ اسی طرح ہم اپنی عقیدت کے تحت کسی سکالر، کسی عابد و زاہد اور کسی ماہر قرآن و حدیث کو امام کہہ دیتے ہیں تو اس کی امامت منصوص منَ اللہ نہیں بن سکتی۔ رہا یہ کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ و السلام کو اللہ نے امام کہا ہے تو ہم ان کے امامِ ملتِ ابراہیمی ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور ملتِ ابراہیمی پر قائم ہیں اور اس ملتِ ابراہیمی کے مقابلے میں کسی دوسری ملت کے تراشنے کا تصور کرنا بھی حرام سمجھتے ہیں۔

ہم ایک قرآنی دعا کا حوالہ دے کر اس تحریر کو ختم کرتے ہیں ﴿ربنا هب لنا من أزواجنا و ذرّيّتنا قرة أعين واجعلنا للمتقين اماماً﴾ ''اے ہمارے رب تعالیٰ ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے مکمل آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقین کا امام بنا دے۔''

قارئین خود ہی غور فرما لیں کہ اگر امامت منصوص من اللہ ہوتی اور حضرت ابراہیمؑ امامت پا کر درجہ نبوت سے بھی آگے چلے گئے ہوتے تو کیا ہم اس دعا کے ذریعے یہ طلب کر رہے ہیں کہ ہمیں درجہ ابراہیمی کی نبوت اور پھر اس کے بعد اس سے بلند تر امامتِ ابراہیمی پر فائز کر دے۔ اگر امام کا یہی مطلب ہے تو سوچیں کیا یہ دعا کرنا، جائز اور درست ہوگا؟ جبکہ یہ دعا کرنا قرآن نے سکھایا ہے۔ ہم یہ دعا امامت کے مذکورہ بالا مفہوم کے تحت اگر مانگیں گے تو کفر کریں گے کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ پس مذکورہ بالا مفہوم غلط ہے۔ امام کا درست مفہوم یہ ہے کہ اللہ ہم کو مسلم معاشرہ میں ممتاز کر دے۔ ہمیں صاحبِ وقار کر دے لوگ ہمارا احترام کریں۔ ہم سے مشورہ طلب کریں۔ اللہ ہمیں دنیا میں صاحبِ اقتدار اور سردار کر دے۔ والحمد للہ رب العالمین